قرآن مجید کا تصور عدل اور معاشرتی امن واماں

ظفر الاسلام اصلاحی

بلا شبہ قرآن کریم تمام انسانوں کے لیے صحیفۂ ہدایت ہے۔ یہ انسان کو وہ راہ دکھاتا ہے جو اس دنیا میں انسان کے لیے امن و سکون اور خیر و فلاح کو یقینی بناتی ہے اور اخروی زندگی میں کامیابی کی منزل تک پہنچانے والی ہے۔ اس کتاب الٰہی میں پوری انسانیت کے لیے پیام رحمت و راحت ہے اور یہ سب کے لیے نسخۂ کیمیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ (البقرہ۲/۱۸۵)	ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کی نشانیاں ہیں۔
إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (التکویر ۸۱/۲۷)	یہ تو بس تمام دنیا والوں کے لیے یاد دہانی ہے۔
يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (یونس ۱۰/۵۷)	اے لوگو تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے، یہ دلوں کے امراض کی شفا ہے اور مومنین کے لیے رہنمائی و رحمت ہے۔

قرآن کریم کی تعلیمات اور ہدایات کو اگر دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ اللہ کے حقوق اور اللہ کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی سے تعلق رکھتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کتابِ الٰہی یا تو اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ ایک انسان کا اپنے خالق و مالک اور پروردگار سے کس نوع کا تعلق ہونا چاہیے اور اس تعلق کو کیسے مضبوط کیا جائے یا اس باب میں رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ ایک انسان کا اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے کس طرح کا سلوک و

برتاؤ ہو اور روزمرہ زندگی میں لوگوں سے تعلقات و معاملات کیسے قایم کیے جائیں، قرآن میں متعدد مقامات پر اللہ اور اسکے بندوں دونوں سے تعلقات کو درست رکھنے اور مضبوط کرنے کی ہدایات ساتھ ساتھ ملتی ہیں۔ اس سے یہ نکتہ ابھرتا ہے کہ جو شخص اپنے خالق و مالک کو اچھی طرح پہچان لے گا، اس کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کرلے گا اس کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اللہ کے بندوں کے حقوق سے بے پروا ہو جائے، ان سے اپنا رشتہ توڑ لے اور ان کے ساتھ زیادتی و ناانصافی کرے۔ اس لیے کہ ایسا کرنا اپنے مالک کو ناراض کرنا ہوگا جسے وہ کبھی نہیں پسند کرے گا۔

قرآن کریم میں انسانی حقوق میں جس حق پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے وہ ہے عدل کے اصولوں کو اپنانا اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا۔ قرآن کی نگاہ میں انصاف کے بغیر نہ تو سماجی نظام مضبوط ہوسکتا ہے اور نہ سماج میں رہنے والوں کی زندگی خوشگوار و پرسکون بن سکتی ہے۔ قرآن میں جس پرزور انداز میں انصاف برتنے کی تعلیم ملتی ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ محض اخلاقی تعلیم نہیں بلکہ یہ فرائض میں داخل ہے اللہ تعالیٰ اس کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ (النحل ۹۰/۱۶)

بے شک اللہ انصاف و نیکی کرنے اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان میں سب سے پہلے عدل و انصاف کا ذکر کیا ہے اس سے ایک تو اس کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے دوسرے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا حسن عمل اور دوسروں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا وسیلہ بنتا ہے، اس میں دوسروں کے حقوق کی ادائیگی ہے اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی سے حفاظت بھی ہے۔ انصاف کرنا درحقیقت بہت بڑی خوبی ہے جو خوفِ الٰہی سے پیدا ہوتی ہے اور یہ بالآخر اللہ سے قربت کا ذریعہ بنتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى (المائدہ ۸/۵)

انصاف کرو، یہ خداترسی یا تقویٰ سے زیادہ قربت رکھتا ہے۔

اللہ کی نگاہ میں پسندیدہ ہونا یا مالک حقیقی کا محبوب بن جانا کتنا بڑا اعزاز وانعام اور

کس قدر اہم مقام ہے جو قرآن کے مطابق دوسروں کے ساتھ منصفانہ برتاؤ سے نصیب ہوتا ہے اور یہ اس لیے کہ یہ عمل انسانوں کے باہمی تعلقات کو مضبوط کرتا ہے، ان کے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑتا ہے اور مخالفت ونفرت کے جذبات کو دوستی ومحبت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (المائدہ ۴۲/۵)

بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

قرآن مجید صرف انفرادی زندگی یا پرائیویٹ لائف میں انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ وہ اہل ایمان کو اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ وہ سوشل لائف یا سماجی زندگی میں بھی اس کا مظاہرہ کریں، علانیہ حق وانصاف کی گواہی دینے والے بن جائیں اور لوگوں سے تعلقات ومعاملات میں پوری طرح اس کے تقاضوں کو پورا کریں تاکہ ان کا کردار دوسروں کے لیے نمونہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو صاف صاف یہ ہدایت فرمائی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِيْنَ إِن يَكُنْ غَنِيّاً أَوْ فَقَيْراً فَاللّٰهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلاَ تَتَّبِعُواْ الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُواْ وَإِن تَلْوُواْ أَوْ تُعْرِضُواْ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْراً (النساء ۱۳۵/۴)

اے ایمان والو انصاف کے علم بردار اور خدا واسطے گواہ بنو گرچہ تمھارے انصاف وتمھاری گواہی کی زد خود تمھاری اپنی ذات پر یا تمھارے والدین اور رشتہ داروں ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو (فریق معاملہ) خواہ مالدار ہو یا غریب۔ اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ پس خواہش نفس کی پیروی نہ کرو کہ عدل سے باز رہو۔ اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

واقعہ یہ کہ انسان اس وقت بڑی آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے اور نفس کے بہکاوے کا بری طرح شکار ہوتا ہے جب انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں اپنا نقصان نظر آئے، یا اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں کا، یا آج کل کے ماحول میں انصاف کرنا اپنی قوم یا کمیونٹی کے مفاد یا انٹرسٹ کے خلاف دکھائی دے۔ اس صورت حال میں بڑی آسانی سے انصاف کے اصولوں کو

توڑ دیا جاتا ہے۔ ذاتی یا اپنے قریبی لوگوں کے فائدہ کے لیے یا مال و دولت کی لالچ میں یا کسی اور دنیوی مقصد سے۔ اسی طرح بعض اوقات کسی دولت مند یا صاحب منصب کی رعایت میں قانونِ انصاف کو پیروں تلے روند دیا جاتا ہے اور بعض دفعہ کسی غریب و بے کس کی بے کسی و لاچاری کی دہائی دے کر آئین انصاف کی خلاف ورزی کی جاتی ہے اور پھر اس انصاف کشی کے نتیجہ میں آپس میں جو اختلاف پیدا ہوتا ہے، نفرت و دشمنی کا ماحول گرم ہوتا ہے، لوگوں کے باہمی تعلقات میں دراڑیں پڑتی ہیں اور امن وسکون تباہ و برباد ہوجاتا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اسی لیے قرآن بے لاگ انصاف کی تعلیم دیتا ہے اور اس بات کی خاص تاکید کرتا ہے کہ ذاتی، گھریلو وگروہی مفاد کی پرواہ کیے بغیر اور مالی یا کسی قسم کے فائدہ کا خیال کیے بغیر سب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کیا جائے اور اس باب میں امیر وغریب، طاقت ور وکمزور، اپنے وغیر کسی کی رعایت نہ کی جائے۔ عدل و انصاف کا تصور اس سے بلند اور کیا ہوسکتا ہے کہ مخالفوں و دشمنوں کے ساتھ بھی اس کا پورا پورا حق ادا کیا جائے اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کسی کی دشمنی یا مخالفت کو حارج نہ بننے دیا جائے۔ سچ یہ کہ قرآن عدل کے اس بلند تصور کا علم بردار ہے اور لوگوں کو اس کو قبول کرنے واختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے جیسا کہ یہ آیت علانیہ اس کی گواہی دے رہی ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (المائدہ ۵/۸)

کسی گروہ کی دشمنی تم کو مشتعل نہ کردے کہ تم بے انصافی کرو۔ انصاف کرو۔ یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

اسی سورہ میں ایک دوسرے مقام پر اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔

(المائدہ ۵/۴۲)

اس آیت میں جن کے معاملات میں عدل وانصاف کے مطابق فیصلہ کی ہدایت دی گئی ہے عام مفسرین کی رائے میں ان سے مراد یہود ہیں، ان کی عہد شکنی، اللہ ورسول ﷺ کے احکام کی علانیہ خلاف ورزی، نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی مخالفت اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ

دوانیوں کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ مذکورہ آیت سے نبی کریم ﷺ کے توسط سے پوری امت کے سامنے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ معاملہ اپنا ہو یا غیروں کا، موافقین کا مقدمہ پیش ہو یا مخالفین کا بہر حال فیصلہ عدل وانصاف کے مطابق اور بلا لاگ لپیٹ کرنا ہے۔ درحقیقت یہی (اصول عدل و انصاف کو اپنانا اور انھیں قایم رکھنا) اس امت کا امتیازی منصب (قوامین بالقسط) ہے۔ پھر یہ بھی واضح کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دوست رکھتا ہے، ان سے محبت کرتا ہے گویا انھوں نے ایسا کام کیا جسے اللہ رب العزت پسند فرماتا ہے۔ سچ یہ کہ جسے اللہ دوست رکھے وہ دنیا و آخرت دونوں جہاں میں سرفراز و بامراد ہوگا۔

آس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ قرآن کے اس تصور عدل کو عملی جامہ پہنانے سے مخالفت ونفرت محبت و ہمدردی میں بدل جائے گی اور دشمنی دوستی میں تبدیل ہوجائے گی اور کشیدہ تعلقات بہتر ہوجائیں گے، ان سب کے علاوہ مخالفین بھی اسلام اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں سوچنے اور انھیں سمجھنے پر آمادہ ہوں گے اور یہ باتیں ایک دوسرے سے قریب آنے اور باہمی تعلقات خوشگوار بنانے میں بلاشبہ معاون ہوں گی۔ حقیقت یہ کہ موجودہ ماحول میں قرآن کی یہ تعلیم جملہ انسانیت کے لیے بڑی اہمیت ومعنویت رکھتی ہے۔

سماج میں صحیح معنوں میں انصاف کا بول بالا اسی وقت ہوسکتا ہے اور سماجی زندگی کی خوشگواری میں اس کا رول یا کردار اسی صورت میں زیادہ موثر ہوسکتا ہے جب اہل حکومت بھی اس کے لیے سنجیدہ ہوجائیں اور بلا کسی تفریق تمام شہریوں کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں۔ جب کوئی کسی کی ظلم و زیادتی کے خلاف ان سے فریاد کرے تو بلا تاخیر اسے انصاف دلائیں خواہ فریق مخالف یا ظلم و زیادتی کرنے والا کتنے ہی اثر ورسوخ اور مال و دولت والا کیوں نہ ہو، اسی طرح جب ان کے سامنے کوئی مقدمہ یا معاملہ فیصلہ کے لیے پیش کیا جائے تو بلا کسی رورعایت انصاف کے مطابق فیصلہ کریں۔ قرآن دوٹوک انداز میں اہل حکومت سے ان الفاظ میں مخاطب ہوتا ہے:

وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ (النساء۴/۵۸)	اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

اس آیت میں بالکل عام انداز میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب تم لوگوں کے درمیان

فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو، یعنی اس سے کوئی غرض نہیں کہ وہ مسلم ہیں یا غیر مسلم، امیر ہیں یا غریب، کمزور طبقے کے لوگ ہیں یا طاقتور گروپ کے، اپنے حمایتی ہیں یا مخالف فریق کے لوگ، اجنبی ہیں یا تعلقات والے لوگ۔ اس سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ قرآن کی نظر میں انصاف کے معاملہ میں تمام انسان برابر ہیں۔ اس سلسلہ میں کسی بھی بنیاد پر ان میں تفریق جائز نہیں ہے اور انصاف کے اسی اعلیٰ معیار کا مظاہرہ مسلم حکمرانوں سے مطلوب ہے۔

قرآن کریم کی نظر میں اجتماعی شیرازہ بندی اور معاشرتی زندگی کے استحکام کے لیے عدل و انصاف اس قدر ضروری ہے کہ اس کے قیام کو حکمرانوں کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل کیا گیا ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ تصور نمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے کہ اسلامی ریاست اسی لیے وجود میں آتی ہے کہ انصاف کا بول بالا ہو، ظلم و زیادتی کا خاتمہ ہو اور سب کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام ہو۔ یہ بات خاص طور سے ان آیات سے واضح ہوتی ہے جن میں انبیاء کی بعثت اور کتب الٰہی کے نزول کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ معاشرہ میں عدل قایم ہو اور انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں تا کہ لوگ امن وسکون کے ساتھ زندگی بسر کریں اور اپنے خالق و مالک کی مرضی کے مطابق زندگی گزاریں۔ نبی آخر الزماں محمد ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اَمَرَ رَبِّی بِالْقِسْطِ. (اے رسول) ان سے کہیے کہ میرے رب نے راستی و انصاف کا حکم دیا ہے۔ (الاعراف ۲۹/۷)

اور دوسری جگہ قرآن کے الفاظ میں آپ ﷺ کا یہ اعلان بھی مذکور ہے:

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ. اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمھارے درمیان انصاف کروں۔ (الشوری ۱۵/۴۲)

ان آیات سے انصاف کے باب میں رسول ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہدایات بالکل واضح ہیں اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقدمات و معاملات میں انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا اور عدل کی بنیاد پر معاشرتی نظام قایم کرنا رسول کے فرائض میں سے تھا اس کی مزید وضاحت اس آیت سے ملتی ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید ۵۷/۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قایم رہیں۔

اسلامی ریاست بنیادی طور پر ایک فلاحی ریاست ہے وہ ہر حال میں معاشرہ میں امن وامان اور عوامی فلاح و بہبود چاہتی ہے جو ظاہر ہے کہ عدل وانصاف کے قیام کے بغیر ممکن نہیں۔ لوگ انصاف پر عمل پیرا ہوں اور منصف مزاج بن جائیں اس کے لیے ایک جانب دعوت وتبلیغ اور نصیحت وفہمائش ضروری ہے تو دوسری جانب نظام عدالت کے قیام، مظلوموں کی دادرسی، مقدمات کے تصفیہ کے اہتمام، فیصلوں کے نفاذ اور زیادتی و ناانصافی کے روک تھام کے لیے اہل حکومت کی توجہ ونگرانی، حکومت کا عملہ اور قوت نافذہ کا استعمال بھی درکار ہے۔ دوسرے لفظوں میں معاشرہ میں انصاف کا قیام اور اس کے تقاضوں کی تکمیل حکومت کی نگرانی و مدد کے بغیر ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں عدل کے معاملہ میں انبیاء کرام اور اہل حکومت کو بھی خاص تاکید کی گئی ہے اور انصاف کے قیام کو سربراہ مملکت کی ذمہ داریوں میں شامل کیا گیا ہے۔ سورۃ الحدید کی مذکورہ بالا آیت (نمبر۲۵) کی تشریح کرتے ہوئے مولانا محمد یوسف اصلاحی نے بجا فرمایا ہے:

> ''انسانی زندگی میں عدل وانصاف کی اہمیت یہ ہے کہ خدا نے اس کو اپنے احکام کے نزول کا مقصد قرار دیا ہے۔ دراصل ایک ایسی جامع اخلاقی خوبی ہے کہ اس کے بغیر نہ شخصیت کی تکمیل ہی ممکن ہے اور نہ سوسائٹی کا نظام ہی قایم اور مستحکم رہ سکتا ہے، عدل کا تعلق فرد و معاشرہ کی جدو جہد کے تمام پہلوؤں سے ہے۔ اسی لیے قرآن نے اس پر انتہائی زور دیا ہے اور ہر معاملہ میں عدل وانصاف پر قایم رہنے کی تاکید کی ہے'' (قرآنی تعلیمات، مکتبہ ذکریٰ، نئی دہلی، ۲۰۰۳ء، ص۳۲۳-۳۲۴)

قرآن کے تصور عدل کا یہ بھی ایک اہم پہلو ہے کہ عمومی طور پر تمام معاملات میں منصفانہ رویہ اختیار کرنے کی تعلیم کے ساتھ بعض امور میں انصاف برتنے پر خاص زور دیا گیا

ہے۔ ان کا تعلق یا تو ایسے معاملات سے ہے جو انصاف دلانے یا نظام عدل کے اجراء میں موثر کردار رکھتے ہیں یا جو سماجی، معاشی و اجتماعی زندگی میں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ان میں شہادت یا گواہی دینی بھی شامل ہے جس سے نہ صرف بہت سے سماجی و مالی حقوق کا تحفظ وابستہ ہوتا ہے بلکہ دادرسی، انصاف طلبی اور حقوق کی بازیابی سے متعلق مختلف معاملات کا تصفیہ اسی پر مبنی ہوتا ہے اس لیے کہ عدالت کے توسط یا دوسرے ذرائع سے انصاف کے تقاضوں کی تکمیل بڑی حد تک گواہوں کے رویہ یا ان کی شہادت کی نوعیت پر منحصر ہوتی ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں گواہوں کی صفتِ عدالت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے بلکہ شہادت کے معتبر یا قابل قبول ہونے کے لیے اسے ضروری شرط قرار دیا گیا ہے دوسری جانب گواہوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ بلاخوف وخطر حق کی گواہی دیں اور اس باب میں کسی خوف یا لالچ کو آڑے نہ آنے دیں اور صرف اللہ کی مرضی کو سامنے رکھیں اس لیے کہ یہ بڑا نازک واہم معاملہ ہے اور ظلم و زیادتی کا ازالہ اور انصاف کا حصول اس سے وابستہ ہے۔ قرآن میں وصیت، طلاق یا رجوع عن الطلاق کے وقت جہاں دو لوگوں کو گواہ بنانے کی ہدایت ہے وہاں یہ وضاحت بھی ملتی ہے کہ گواہ عادل ہونے چاہئیں۔ اتفاق سے دونوں مقامات پر گواہی دینے والے کے لیے ''ذوا عدل'' (صاحبِ عدل) صفت کے طور پر استعمال ہوئی ہے، سورہ طلاق کی آیت ملاحظہ ہو:

وَأَشْهِدُوا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ (الطلاق ۶۵/۲)	اور اپنے میں سے دو عادل شخص کو گواہ کرلو اور اللہ کے لیے ٹھیک گواہی دو۔

اسی طرح وفات سے قبل وصیت کی صحت کے لیے قرآن نے نہ صرف دو مسلمانوں بلکہ عادل مسلمانوں کی شہادت شرط قرار دی ہے جیسا کہ اس آیت سے صاف واضح ہوتا ہے:

يـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ (المائدہ ۵/۱۰۶)	اے ایمان والو تمھارے درمیان گواہی بوقت وصیت جب کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ پہنچا ہو اس طرح ہے کہ تم میں سے دو عادل شخص گواہ ہوں۔

مزید براں یہ بات بخوبی معروف ہے کہ مختلف معاملات میں انسانوں کی گواہی کے علاوہ دستاویز یا ریکارڈ کی صورت میں تحریریں بھی شہادت دیتی ہیں اور خاص کر عدالتوں میں ان

کی شہادت بہت قوی تصور کی جاتی ہے اور بعض اوقات دو فریقوں میں اختلاف کی صورت میں یہی فیصلہ کی بنیاد بنتی ہیں۔ یہ بات بڑی اہم ہے کہ قرآن میں اس باب میں بھی عدل و انصاف سے کام لینے کی ہدایت ملتی ہے کہ اس طرح کی کسی تحریر یا دستاویز تیار کرتے وقت پوری دیانت داری سے وہی باتیں لکھی جائیں جو آپس میں طے ہوئی ہیں یا انہی نکات کو ٹھیک ٹھیک طور پر ضبط تحریر میں لایا جائے جن پر باہمی سمجھوتہ ہوا ہے، قرض کے معاملہ میں قرآن کی اس آیت سے یہی واضح ہوتا ہے:

يَـا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَـى أَجَـلٍ مُّسَـمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ (البقرہ ۲/۲۸۲)	اے ایمان والو جب تم آپس میں ایک دوسرے سے میعاد مقرر پر قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور لکھنے والے کو چاہیے کہ (تمھارا آپس کا معاملہ) عدل سے لکھے۔

اس آیت میں قرض کے معاملہ میں انصاف کے ساتھ تحریر یا دستاویز تیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس سے ایک اصولی تعلیم یہ ملتی ہے کہ تمام اہم امور بالخصوص مالی معاملات اور لین دین کے معاہدات کو تحریری صورت میں محفوظ کر لیا جائے اور تحریر کو تیار کرنے میں پوری سچائی و دیانت داری سے کام لیا جائے اس لیے کہ انصاف کا تقاضا یہی ہے اور آئندہ اختلاف یا نزاع کی صورت میں یہی تحریر انصاف کی ضامن بنے گی۔

عدل و انصاف کے باب میں قرآن کی ان روشن ہدایات اور قیمتی تعلیمات کے علاوہ ایک اور پہلو سے اس کے تقاضوں کو پورا کرنے پر زور دیا گیا ہے اور وہ ہے لوگوں کے سماجی و معاشی حقوق کی ادائیگی کی تاکید۔ بلاشبہ انصاف کا ماحصل یہ ہے کہ جس کا جو حق ہے اسے پورا پورا ادا کیا جائے اور دوسروں کے حق پر دست درازی نہ کی جائے۔ بالفاظ دیگر انسانوں کے باہمی حقوق کی ادائیگی انصاف کی ضمانت دیتی ہے۔ قرآن میں ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ ان میں موٹے طور پر دو طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جن کے ساتھ شب و روز زندگی بسر ہوتی ہے یا زیادہ تعلقات و معاملات رہتے ہیں مثلاً والدین، اقرباء، پڑوسی اور ساتھی۔ دوسرے وہ جو سماج کے کمزور طبقہ کے لوگ کہے جاتے ہیں، جن کے حقوق بڑی آسانی

سے پامال کردیے جاتے ہیں یا جن کے ساتھ ناانصافی کے واقعات زیادہ پیش آتے ہیں۔ ان میں بوڑھے والدین، عورتیں (بالخصوص بیوہ عورتیں)، یتامیٰ، غرباء و مساکین، اہل حاجت، غلام و خادم شامل کیے جاسکتے ہیں۔ قرآن میں ان کے حقوق کے تحفظ کی خاص ہدایات ملتی ہیں اور خاص طور سے کمزور طبقہ کے لوگوں کے حقوق کی پامالی اور ان کے ساتھ ناانصافی پر سخت وعید آئی ہے۔ ان سب سے مقصود یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کریں، ان کی ادائیگی کے تئیں سنجیدگی و دیانت داری دکھائیں تاکہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوسکیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ معاشرہ میں امن و امان کی فضا برقرار رہے گی اور لوگوں کے آپسی تعلقات، بہتر و خوشگوار ہوجائیں گے۔ معاشرہ کے مختلف قسم کے افراد کے حقوق کی ادائیگی سے متعلق قرآن کریم کی چند آیات ملاحظہ ہوں:

وَاعْبُدُواْ اللّهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً (النساء ۴/۳۶)	اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان کا سلوک کرو۔
وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيماً. وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ. (بنی اسرائیل ۱۷/۲۳-۲۴)	اور ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات کرنا اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھنا۔
وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً. (بنی اسرائیل ۱۷/۲۴)	اور دعا کرو کہ پروردگار ان دونوں کے حال پر رحم فرما جس طرح انھوں نے بچپن میں میری پرورش فرمائی تھی۔
فَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ. (الروم ۳۰/۳۸)	پس رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین و مسافر کا بھی حق ادا کرو۔
وَآتُواْ الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ. (النساء ۴/۲)	اور یتیموں کے مال ان کے حوالہ کردو۔
وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ. (الذاریات ۱۹/)	اور ان کے مال میں مانگنے والوں اور ناداروں کا حق ہے۔

وَآتُواْ حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ۔ (الانعام۶/۱۴۱)	اوراس میں (یعنی کھیتی و باغات میں) جوحق واجب ہےاسے کٹائی کے دن ادا کرو۔
وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِیْ آتَاكُمْ۔ (النور۲۴/۳۳)	اور اللہ نے تمھیں جو مال دے رکھا ہے اس میں سے انھیں (غلاموں کو) بھی دو۔
وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ. (النساء۴/۲۵)	اور دستور کے مطابق ان کے مہر انھیں دے دو۔
وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ (النور۲۴/۳۲)	اورتم میں جوعورتیں بیوہ ہیں ان کا نکاح کردو۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُواْ النِّسَاء كَرْهاً وَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُواْ بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ . (النساء۴/۱۹)	اے ایمان والوتمھارے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ تم (زبردستی) بیوہ عورتوں کو اپنی میراث بنالواور نہ تمھارے لیے یہ بات جائز ہے کہ انھیں تنگ کرکےان کا وہ مال ہتھیانے کی کوشش کرو جوتم انھیں دے چکے ہو۔

قرآن کریم عدل برپا کرنے میں کس قدر حساس ہےاورکس طرح اس کی خلاف ورزی یا ناانصافی کے تمام ذرائع بند کرنا چاہتا ہےاس کا اندازہ ان آیات سے بھی ہوتا ہےجن میں ان باتوں کی ممانعت کی گئی ہے جوکسی انسان کی جان، مال وآبرو کے حق کوتلف یا مجروح کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں اور بالآخراس کے ساتھ ناانصافی میں منتج ہوتی ہیں۔ان منہیات یا ممنوعات میں ان باتوں کوشامل کیا جاسکتا ہے: ناحق کسی کوقتل کرنا (الاعراف/۱۵۲)، چوری کرنا (المائدہ/۳۸)، ناجائزطور پرکسی کا مال استعمال کرنا (النساء/۲۹)، ناپ تول میں کمی کرنا (المطففین/۳)، بخل کرنا (بنی اسرائیل/۲۹)، فضول خرچی کرنا (بنی اسرائیل/۲۶)، خیانت کرنا (الانفال/۲۷، ۵۸)، زنا کرنا (بنی اسرائیل/۳۲)، زنا کی تہمت لگانا (النور/۴، ۲۳) مذاق اڑانا (الحجرات/۱۱)، برے لقب سے یاد کرنا (الحجرات/۱۱)، غیبت کرنا و بدگمانی کرنا (الحجرات/۱۲)، چغل خوری کرنا (القلم/ ۱۰-۱۱)، کسی کے عیب کی ٹوہ میں لگے رہنا (الحجرات/۱۲)، کسی کوحقیر سمجھنا (لقمان/۱۸)، اترانا و غرور کرنا (بنی اسرائیل/۳۷، لقمان/۱۸، قصص/۷۶)، یتیم و سائل کوجھڑکنا (الضحیٰ/۹-۱۰) اور ظلم وزیادتی میں کسی کی مدد کرنا (المائدہ/۲)

قرآن مجید کی اِن ہدایات سے یہ اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے ایک دوسرے کی جان، مال، عزت و آبرو سے متعلق حقوق کا پورا پاس ولحاظ رکھیں اور ان سے کوئی ایسا عمل صادر نہ ہو جو انھیں نقصان پہنچائے یا بالکل ضائع کر دے۔ یہاں ایک اور قابل غور بات یہ ہے کہ محولہ بالا آیات میں جن باتوں سے منع کیا گیا ہے وہ خود دوسروں کے حقوق پر دست درازی اور سراسر زیادتی و ناانصافی کی باتیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ آپس میں اختلاف پیدا کرنے والی اور بغض، نفرت و عداوت کے جذبات بھڑکانے والی ہیں جو مزید ظلم و زیادتی اور ناانصافی کا باعث بنتی ہیں۔ اس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کس کس طریقہ سے معاشرتی زندگی میں انصاف کے اصولوں کو جاری رکھنا چاہتا ہے اور وہ ان تمام راہوں پر قدغن لگاتا ہے جو زیادتی و ناانصافی تک پہونچاتی ہیں خواہ ان کا تعلق کسی بھی شعبۂ حیات (سماجی، معاشی و سیاسی وغیرہ) سے ہو۔ واقعہ یہ کہ قرآن کریم نہ صرف ہر شخص سے انصاف کا معاملہ کرنے کی ہدایت دیتا ہے بلکہ ہر معاملہ میں انصاف کے تقاضوں کا پورا کرنا ضروری قرار دیتا ہے۔ یہاں یہ ذکر بھی اہمیت سے خالی نہ ہوگا کہ زندگی کے مختلف شعبوں میں عدل برتنے سے متعلق جو قرآنی ہدایات ہیں ان پر غور کیا جائے اور ان پر عمل آوری کے ثمرات پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہوگی کہ یہ باہمی اختلاف ونزاع کے سد باب اور امن وامان کے قیام میں بھی بہت موثر ثابت ہوتی ہیں۔ سچ پوچھئے تو مختلف معاملات میں عدل پر زور دینے سے قرآن کا مقصود ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ امن وامان کو یقینی بنایا جائے اور ایک ایسا معاشرہ برپا کیا جائے جس میں اختلاف، عداوت ونفرت کے بجائے محبت، یگانگت اور باہمی ہمدردی کے جذبات پروان چڑھیں اور انسان کو امن وچین کے ساتھ زندگی بسر کرنا نصیب ہو۔ اسے ایک مثال سے اس طور پر واضح کیا جاسکتا ہے کہ معاشی زندگی کے مسائل میں خرید وفروخت کے معاملات ہر دور میں بہت اہم سمجھے گئے ہیں۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں اس سے متعلق جو اہم ہدایت ملتی ہے وہ یہ کہ انصاف کے ساتھ ٹھیک ناپ تول کیا جائے۔ یعنی ناپنے میں کمی نہ کی جائے اور تولنے میں ڈنڈی نہ ماری جائے۔ ایک جگہ اللہ رب العزت نے صاف صاف حکم فرمایا کہ جب ناپ کر دو تو پورا پورا دو اور جب کوئی چیز وزن سے فروخت کرو تو صحیح طور پر وزن کرو۔ اس ضمن میں قرآن کی

متعلقہ آیات ملاحظہ ہوں:

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ. (الانعام ۱۵۲/۶)
اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو۔

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً. (بنی اسرائیل ۳۵/۱۷)
ناپ کر دو تو پورا بھر کر دو اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو یہی بہتر اور انجام کے اعتبار سے خوب تر ہے۔

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ. (الرحمٰن ۹/۵۵)
اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور وزن میں کمی نہ کرو۔

ان ہدایات کی خلاف ورزی کرنے والوں کا انجام اس آیت میں بیان کیا گیا ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ. الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ. وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ. (المطففین ۱/۸۳-۳)
تباہی ہے کہ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے جو دوسروں سے نپوائیں تو پورا نپوائیں اور جب ان کے لیے ناپیں یا تولیں تو اس میں کمی کریں۔

ان آیات میں دیے گئے احکام سے مقصود یہ ہے کہ خرید وفروخت میں ناپ تول یا جو طریقہ بھی اختیار کیا جائے اس میں دیانت داری وانصاف کے اصولوں کو اپنایا جائے۔ خریداروں کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھا جائے ان کے ساتھ خیانت و دھوکہ دہی سے اجتناب کیا جائے۔ ان ہدایات سے بلاشبہ ایک جانب لین دین کے معاملات کو بد دیانتی سے پاک کرنا، کسب حلال پر زور دینا اور معاشی نظام کو صاف ستھرا بنانا مقصود ہے۔ دوسری جانب یہ مطلوب ہے کہ لین دین کے معاملات میں ایک دوسرے پر اعتماد کی فضا بحال رہے، کسی کا حق نہ مارا جائے خواہ وہ معمولی خریدار ہی کیوں نہ ہو اور صارفین کا استحصال نہ ہونے پائے۔ ان سب کا لب لباب یہ کہ صارفین کے ساتھ ایسا رویہ نہ اختیار کیا جائے جو اختلاف، نزاع و دشمنی میں منتج ہو، اس سے کون انکار کر سکتا ہے دھوکہ دہی، حق تلفی، استحصال و ناانصافی وہ چیزیں ہیں جو اختلاف و نزاع کو ابھارتی ہیں، بے اعتمادی و بدگمانی پیدا کرتی ہی، دشمنی و انتقام کے جذبات برانگیختہ کرتی ہیں جو بالآخر معاشرہ کی فضا میں بگاڑ اور امن وامان کے درہم برہم ہونے کے موجب بنتے ہیں، اسی لیے قرآن کریم بار بار

سچائی، دیانت داری اور عدل وانصاف اختیار کرنے اور ہر حال میں ان زریں اصولوں پر کار بند رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل کی محولہ بالا آیت کے آخری حصہ (**ذلک خیر و احسن تاویلا**) سے یہ حقیقت بخوبی عیاں ہوتی ہے۔ انصاف کے ساتھ ٹھیک ناپ تول کی تاکید کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کے یہ ذہن نشیں کرایا کہ اسی میں ان کی بہتری و عافیت ہے یعنی اگر خرید وفروخت میں وہ بد دیانتی نہ کریں اور انصاف سے کام لیں، حق داروں کا حق پورا پورا ادا کریں تو اس میں ان کے لیے خیر اور معاشرہ کے لیے بھی امن و امان اور سکون قایم رکھنے کے لحاظ سے بہتر و مفید ہوگا۔

اوپر کے مباحث سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہوتی ہے کہ قرآن نے عدل کا بہت وسیع و جامع تصور پیش کیا ہے۔ اس کتاب عزیز وعظیم کی رو سے گفتگو وطرز عمل، تعلقات و معاملات، روز مرہ زندگی میں لوگوں کے ساتھ برتاؤ، معاشرتی معاہدات و مالی لین دین، مقدمات کا تصفیہ ہر باب میں عدل کے اصولوں پر عمل آوری مطلوب ہے۔ دوسری اہم بات یہ واضح ہوتی ہے کہ قرآن نے انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی ہدایت معاشرہ کے ہر طبقہ کے افراد کو دی ہے لیکن اس سلسلہ میں ریاست کے ذمہ داروں یا اہل حکومت کو خصوصی تاکید کی ہے اس لیے کہ معاشرہ میں نظام عدل نافذ کرنے کے بہت سے امور حکومت یا انتظامیہ سے منسلک ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں نہ صرف عدل کرنے بلکہ عدل قایم کرنے یا انصاف برپا کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ دراصل قرآن نے انفرادی واجتماعی دونوں زندگی میں عدل برتنے کو خاص اہمیت دی ہے اس لیے اسلام میں خانگی و معاشرتی زندگی میں باہمی تعلقات کی خوش گواری و پائیداری، امن و امان اور پرسکون ماحول ہر حال میں مطلوب ہے اور یہ عدل کے تقاضوں کو پورا کیے اور منصفانہ رویہ اختیار کیے بغیر ممکن نہیں، واقعہ یہ کہ آج ذاتی، ملی، قومی و بین الاقوامی ہر سطح پر عدل کے باب میں قرآن کریم کی روشن ہدایات کو پوری سنجیدگی و دیانت داری سے عملی جامہ پہنانے کی اشد ضرورت ہے۔ انسانیت کی بھلائی اس میں ہے اور عالمی امن وسکون اسی پر منحصر ہے۔ اللہ کرے ہمیں اس حقیقت کو سمجھنے وسمجھانے کی توفیق نصیب ہو۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

☆☆☆